ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

انیس ناگی کے ناول "پتلیاں" کا مطالعہ وجودیت کے تناظر میں

Anees Nagi's novel "Putlian"'s study in the perspective of existentialism

1.**Muhammad Rizwan Khan**
, Lecturer in Urdu GPGC Haripur raziikhan024@gmail.com
2.**Ihtisham ul Haq,**
Department of Urdu University of Swabi
3.**Waqaas Nabeel,**
PhD Scholar Department of Urdu GC University Lahore

Abstract
Anees Nagi a Pakistani poet, critic and novelist. Anees Nagi was family name Yakoob Ali Nagi and pen name Anees Nagi. He was born on 10 September in Sheikhupura. Performed teaching duties in overnment College Lahore and Government College Faisalabad. He was also a former bureaucrat. Worked especially in relation to Afghan refugees. Anis Nagi wrote more than fifty books. He had a good friendship with Munir Niazi. Apart from this, he has done numerous works on famous Urdu fiction writer Minto. Among his novels, the most important novels are "Zawaal", "Putlian", "Deewar kay Peechay" and "Jins Aur wajood". Anees Nagi also worked in criticism and wrote poems. He also wrote his autobiography titled "Ek Adhoori Sarguzishit". Apart from this, he was also the editor of the magazine "Ravi" of Government College University Lahore. Anis Nagi's positions and dimensions as a poet, novelist, fiction writer and translator are very reliable, but his criticism as a critic was very unique.

Key Words:
Anees Nagi, Pakistani poet, critic, novelist, Yakoob Ali, 10 September in Sheikhupura, Government College Lahore, Government College Faisalabad, Afghan refugees, Munir Niazi, "Zawaal", "Putlian", "Deewar kay Peechay", "Jins Aur wajood", Ek Adhoori Sarguzishit".

وجودیت ایک ایسا فلسفہ ہے جو فرد کی انفرادیت اور استقامت پر زور دیتا ہے۔جو فرد کو زندگی کے دھارے میں منفرد اور ممتاز بناتا ہے۔ وجودیت ہستی کا فلسفہ ہے۔جس میں فرد کی آزادی، انتخاب اور ذمہ داری جیسے موضوعات شامل ہیں۔وجودی کیفیات میں ، لایعنیت، کرب، تشویش، جبریت، خوف، بیگانگی، مایوسی اور موت کی کیفیات کا ذکراہمیت کا حامل ہے۔جس کا اثر انسانی زندگی پر واضح دکھائی دیتا ہے۔انسان دنیا کا ایک جزو نہیں بلکہ اس کے ساتھ منسلک ہے اور اس کا رشتہ ہمیشہ تناؤ اور کش مکش کا شکار رہتا ہے۔ناول میں وجودیت کے حوالے سے ڈاکٹر سی اے قادر نے کہا ہے کہ:

> ”پتلیاں کے کر دار دوہری اذیت میں مبتلا ہیں وہ موجود پر قانع نہیں رہنا چاہتے اور اس کو بدلنے کی کوش بھی نہیں کرتے۔وہ اپنے باطنی حصار کو توڑ کر وقت کے تیز دھارے میں اترنے کی خواہش بھی رکھتے ہیں۔اور کسی جدل میں اتر نے اور اپنے بے اعتبار اور بے بس ہوتے چلے جانے کی کیفیت سے آزاد ہونے پر آمادہ بھی نہیں ، یہی وجہ ہے کہ ان کا ظاہری تحریک انہیں موجود کے جبر اور حصار سے باہر لانے کی بجائے اس جال میں مزید الجھانے کا باعث بنتا ہے۔“ (۱)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

وجودیت کے حوالے سے مفکروں کے ہاں خاصا اختلاف رہا ہے یہ لفظ اتنی ساری چیزوں کیفیات اور رویوں کے بارے میں بولا گیا کہ اب یہ مہمل بن کر رہ گیا ہے لیکن پھر بھی اس کی اہمیت وافادیت ک، و نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔فرد کے داخلی رویوں اور خارجی حقیقت پر ایک لمبی چوڑی بحث وجودیت کا حصہ رہی پروفیسر بختیار حسین صدیقی نے وجودیت کی تفہیم کچھ اس طرح سے کی ہے۔

> ''وجودیت وہ طرز فکر ہے ، جو انسانی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس کی ترکیب کے ذہنی اور عقلی پہلوؤں کی بجائے جذبی پہلوؤں پر زیادہ توجہ دیتی ہے۔عقل تجربہ اور کلیت کے چکر میں دور ہی سے حقیقت کو ہاتھ لگا کر نکل جاتی ہے، لیکن جذبہ وجود کے اندر گھس کر ہمیں دل کی گہرائیوں کا پتہ دیتا ہے۔بعض جذبی کیفیات تو ایسی ہوتی ہیں جن کی حیثیت نفسیاتی کم اور وجودی زیادہ ہوتی ہے وہ ان مسائل پر روشنی ڈالتی ہیں جن کا تعلق براہ راست انسان کی اصل حقیقت اور منزل مقصود سے ہوتا ہے۔''(۲)

مختلف وجودی مفکرین کے ہاں یہ فلسفہ انسانی ہستی کی تفہیم و تشریح کا نام ہے فرد کی زندگی، تجربے، تاریخی صورت حال سب کچھ اس لفظ کے اندر چھپا ہوا ہے۔وجود فرد کی ہستی کی تصدیق اور قبولیت کا فلسفہ ہے اور یہ فلسفہ بتاتا ہے کہ فرد اور دنیا کے اندر ایک کشمکش جنم لیتی ہے۔انسان اپنے آپ سے دستبردار نہیں ہوتا وہ ہمیشہ زندگی گزارنے کا خواہش مند ہوتا ہے۔اور یہ عمل عقل کی بجائے جذبے کے تحت ہو تا ہے۔یوں کہا جاسکتا ہے وجودیت ایک ایسا فلسفہ ہے جو فرد کی زندگی کو معاشرے کے ساتھ مربوط کرتا ہے اور وجود کے تناظر میں دنیا اور اس کی مختلف اشیاء کو پر کھتا ہے۔

ا۔ناول '' پتلیاں '' کی کہانی میں تصور وجود

اُردو ناول نگاری میں انیس ناگی کا نام اپنی الگ پہچان رکھتا ہے اگر ناول نگاری کی تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو انیس ناگی کے بغیر اُردو ناول کی فضا نا مکمل دکھائی دیتی ہے۔اُن کے ناول معاشرے کے مختلف افراد کی داخلی کیفیات کے آئینہ دار ہیں۔انھوں نے جس حقیقی تناظر میں معاشرے کے کرداروں کی ظاہری اور باطنی حالت کو بیان کیا ہے وہ دوسرے ناول نگاروں کے ہاں بہت کم دکھائی دیتا ہے۔ اُن کے ناولوں میں جو عصر سب سے زیادہ کار فرما نظر آتا ہے وہ وجودیت ہے اور اس حوالے سے قاضی جاوید لکھتے ہیں :

> ''وجودیت بنیادی طور پر قیاسی نوعیت کے فلسفوں سے بالکل مختلف ہے، اسے '' عمل تحریک'' یا ''عمل کا نظریہ '' قرار دیا جا سکتا ہے۔ایک ایسا نظریہ جو انسانی زندگی کو ممکن بنادیتا ہے۔اسے عمومی طور پر ایک نوح کی اخلاقیات کا نام بھی دے دیا جائے تو بے جانہ ہو گا لیکن جب ہم سارتر کی وجودیت کے لیے اخلاقیات کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تو اس کا مفہوم روایتی اخلاقیات سے یکسر مختلف ہونا چاہیے۔روایتی اخلاقیات انسانی فطرت یا جو ہر کو ایک طے شدہ امر تسلیم کرتے ہوئے ایسے عالمگیر اصول دریافت کرنے کی کوشش کرتی ہے۔جو اخلاقی انتخاب میں انسان کی رہنمائی کریں اور جن کے مطابق عمل کرتے ہوئے فرد خود کو اپنی فطرت کے مطابق ڈھال سکے۔'' (۳)

مجموعی طور پر اگر جائزہ لیا جائے تو ادب کے بارے میں انیس ناگی کی فکر مغرب سے مستعار ہے۔موصوف مغربی لکھاریوں کا میو اور سارتر سے متاثر نظر آتے ہیں۔انیس ناگی کے ناول'' پتلیاں'' کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ اس کے کر دار وجودی کرب میں مبتلا نظر آتے ہیں۔انسان کے بارے میں ان کے خیالات دیکھئے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

"تمام انسان ایک طرح کے نہیں ہوتے، ان کا انفرادی ماحول ان میں تبدیلیاں پیدا کرتارہتا ہے۔زندگی گھر کی دہلیز سے شروع ہوتی ہے۔زندگی میں تین طرح کے افراد ہوتے ہیں۔ایک وہ جو کچھ ماں باپ سے حاصل کرتے ہیں اسے کھو دیتے ہیں دوسرے وہ ہیں جو ماں باپ سے حاصل شدہ وراثت کو عروج پر لے جاتے ہیں۔تیسرے وہ ہیں جو نہ آگے بڑھتے ہیں اور نہ پیچھے بلکہ گھر کی دہلیز سے دنیا کو دیکھتے اور اپنے آپ کو سہتے رہتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔" (۴)

ادب اور وجودیت کا آپس میں گہرا رشتہ ہے وجودیت انسان کے وجود کا تجربہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کا موضوع بھی ہے۔ فرد کی ذات سے لے کر ، سماج ، کائنات، زندگی اور موت کی حقیقت کو جاننے کی کاوش ہی وجودیت ہے۔پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی تباہ کا رویوں نے اخلاقی تباہی اور منافرت کو پیدا کر کے انسان کو اندرونی قرب اور انتشار کا شکار کیا۔جس سے انسان کی توجہ اپنے وجود کی طرف مبذول ہوئی اور اُس نے داخلیت پر انحصار کرنا شروع کیا۔اس داخلی کرب نے انسان کو غیر عقلی حقائق کی طرف مائل کیا۔وجودیت کی دو اقسام ہیں دینی اور لادینی۔وجودیت کیا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر سی۔اے قادر لکھتے ہیں:

"خدا کے وجود سے انکار کے بعد سارتر نے لادینیت سے ایسے نتائج اخذ کیے ہیں جو اس کے وجودی فکر میں سنگ میل کی حیثیت کے حامل ہیں۔اس کے بقول وجودیت ایک لا دینی صورتِ حال ہے۔"(۵)

ناول پتلیاں میں دیکھا جائے تو معاشرہ مجموعی طور پر تضادات کا شکار ہے۔سماجی محرومیوں اور وجودیت پرستی نے انسانی رشتوں اور سماجی نظام کو کھوکھلا کر دیا ہے انسان تنہائی، کرب، بے چینی اور عدم استحکام کا شکار ہے۔وجودیت کے لکھاری انہیں ناگی ان سب حالات سے گہرا اثر لے کر فن پارہ میں اپنے معاشرے کے مختلف کرداروں کو مغربی تناظر میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"پھر کیا ہوا؟ ہم مشرقی خود ایڈز سے کم ہیں ، ایک دفعہ اندر داخل ہونے دیں سب دلدر دور ہو جائیں گے۔وہاں ان کی ایک ماہ کی تنخواہ ہمارے ایک سال کی تنخواہ سے بھی زیادہ ہے وہ کنجر افتخار مزے کر رہا ہے ہمارے ساتھیوں میں سے ابھی تک صرف ایک امریکہ پہنچ سکا ہے۔یار کیا چھوکری تھی، آنکھ امجد سے لڑاتی تھی اور شادی افتخار سے کر لی۔"(۶)

انیس ناگی کا ناول "پتلیاں" انیسویں صدی کے انسان کے شعور کی کہانی ہے وجودی فکر کے حوالے سے ایک مغربی ناول نگار "دوستو یفسکی" کے نظریات سے انیس ناگی بہت متاثر ہوا۔یہی وجہ ہے کہ موصوف نے اپنے ناولوں میں واقعات کے بجائے تصورات کو جگہ دی ان کے ناول انسانی شخصیت کی دوہری معنویت کے آئینہ دار ہیں، اپنے ناول میں معاشرے کے نوجوان طبقہ کی وجودی کشمکش کو وہ یوں بیان کرتے ہیں:

" یار کہاں لکھا ہے کہ ہم ڈاکٹر ی پڑھ کر ڈاکٹر بنیں ، اس کا موقعہ نہیں مل رہا، ہم سب پڑھائی میں تیز ہیں تو ڈاکٹر بن گئے ہیں، کیوں نہ سول سروس کا امتحان دیں اور جو کچھ نہیں مل رہا اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ہاتھ میں اقتدار کا ڈنڈا ہو تو پھر امریکہ جانے کی بھی کیا ضرورت ہے۔"(۷)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

مغربی ادیبوں سے متاثر ہو کر انیس ناگی نے ادب اور فلسفہ میں نئے منظر تراشے اور نئی جہتوں کو متعارف کرایا۔لایعنیت کا فلسفہ ناول "پتلیاں" میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔یہ فلسفہ مغربی فلاسفر البیر کامیو کا ہے جس سے متاثر ہو کر انیس ناگی نے بیان کیا ہے کہ انسان اپنی زندگی میں ایک مسلسل عذاب میں مبتلا ہے وہ اپنی زندگی کو خوشگوار بنانا چاہتا ہے۔انیس ناگی کے ناول میں کردار اپنی بھر پور وجودیت کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔جو حالات کی پیچ گیوں میں گم ہو کر مجبور ہو گئے ہیں اُن کو جن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ مضحکہ آمیز ہے۔حالات کی دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں جس کے بعد مایوسی اور ذہنی اذیت اور خوف ان کی زندگی پر مسلط نظر آتا ہے۔انیس ناگی نے بھی مغربی ادیبوں کی طرح شخصی آزادی کو بڑی شد و مد کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ناول نگار انسان کی نفسیات کو حقیقی تناظر میں فلسفیانہ رنگ دے کر یوں بیان کرتے ہیں کہ انسان کی وہ انفرادی سوچ معاشرے کی مجموعی سوچ کی عکاس نظر آتی ہے۔اسی حوالے سے وہ اپنے ناول میں یوں رقمطراز ہیں:

> ''بعض دفعہ بازار میں جب کوئی اسے میاں جی کہہ کر پکارتا ہے تو وہ ایک دم حجر حجری لے کر سوچتا ہے کہ میں واقعی بوڑھا ہو گیا ہوں۔ابھی کل ہی کی بات تھی کہ وہ اس شہر کی سڑکوں پر اچھلتا کودتا پھرتا تھا۔اس کی جوانی کا کسی نے نوٹس نہیں لیا لیکن اس کے جاننے والے اس کے بڑھاپے کا نوٹس لے رہے ہیں جمیل کو بس یہی ملال ہے کہ وہ کچھ کئے بغیر یوں ہی بوڑھا ہو گیا ہے۔اس کے بڑھاپے کا احساس اس کی جوان اولاد ہے جو اس کے رنگین کپڑوں پر اعتراض کرتی ہے اسے بات بات پر ٹوکتی ہے اور بعض دفعہ تو یہ بھی کہہ دیتی ہے کہ زوال عمر کے ساتھ اس کا ذہنی توازن بھی اپنی جگہ سے ہل رہا ہے۔'' (۸)

" انیس ناگی اپنے ناول میں زیادہ تر متوسط طبقے کی ذہنی کیفیت کو بیان کرتا ہے۔اس مجموعی صورت حال کو آسان اور پر اثر انداز میں کھینچتا ہے۔معاشرے کے اس طبقے کی ذہنی و جذباتی کشمکش کے حوالے سے ناول نگار معاشرے کا نبض شناس معلوم ہوتا ہے۔جو وجودیت پرست عناصر کے احساس و خیالات کو خوب پرکھتا ہے اور اپنے منفرد انداز میں مہارت کے ساتھ پڑھنے والے کے ذہن میں اُتار دیتا ہے۔ناول میں ایک جگہ پر پڑھے لکھے طبقے کی سوچ کو یوں بیان کرتا ہے۔اس کا خیال تھا کہ اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے بعد اس کی قدرو قیمت بھی بڑھ جائے گی اور اسے کسی بڑے کالج میں تعینات کیا جائے گا وہ اسی انتظار میں تین سال ایک دور دراز کے انٹر کالج میں منتظر رہا لیکن محکمے نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔اسے بتدریج یہ احساس ہونے لگا کہ اس نے خواہ مخواہ پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی اسے بتدریج احساس ہونے لگا تھا کہ اس معاشرے کو تعلیم کی ضرورت نہیں اسے صرف کاریگروں اور دکانداروں کی ضرورت ہے۔

ناول کے کر دار ماضی اور حال کی کشمکش میں وجودی مسائل کا شکار ہیں اسی کش مکش میں وہ زندگی کی تلخ حقیقتوں کا سامنا کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی زندگی مسائل کا شکار ہو کر پاش پاش ہو رہی ہیں۔اسی حوالے سے ناول کا ایک اقتباس دیکھئے:

> ''اس سارے حادثے سے جمیل کو ایک ایسے فیصلے کے لئے مجبور کیا جس کے بارے میں اس نے سوچا نہیں تھا، پروین نے اس کی منت سماجت بھی کی مالی مشکلات کا رونا بھی رویا۔میں اس ذاتی تحقیر کو برداشت نہیں کر سکتا، کوئی بات نہیں، کچھ دیر کی سختی ہے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔یہ ادلے کا بدلے کا معاشرہ ہے۔تم نے مجھ سے برائی کی میں تم سے کروں گا، یہاں عضو نہیں ہے۔ ''(۹)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

ناول کی مرکزی کردار پروین جس ذہنی انتشار کا شکار ہے اُس کو معاشرے کے ایسے نسوانی کرداروں کے حوالے سے پرکھنا درست نہ ہو گا۔ہاں ناول نگار کی باتیں معاشرے کے اکثر نسوانی کرداروں کے حوالے سے حقیقی ہو سکتی ہیں۔کیونکہ انسان کی لمحہ بہ لمحہ گزرتی ہوئی زندگی مایوسی ، تاریخی اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ناول میں ایک جگہ پر پروین کے جمیل کے بارے میں خیالات پیش ہیں:

> ”پروین کو بعض اوقات جمیل کارویہ غیر معمولی لگتا ہے۔اسے کم سے کم یہ علم ضرور ہے کہ وہ ایک ایڈ ہاک قسم کی زندگی بسر کر رہا ہے۔اس نے چیزوں اور لوگوں سے عارضی قسم کی مطابقت پیدا کی ہوئی ہے۔اس کے من میں کیا ہے ؟ یہ وہ نہیں جان سکی۔وہ اکثر اسے کہتی۔تم ڈپلو میٹک قسم کے آدمی ہو۔تمہارا عورتوں کے بارے میں رویہ عجیب سا ہے۔“(۱۰)

ناول کے مختلف کرداروں کے حوالے سے وجودی کشمکش کو بیان کیا گیا ہے۔اس سے ظاہر ہو تا ہے کہ ناول نگار نے وجود کو جو ہر پر مقدم کرنے کی کوشش کی ہے ناول میں وجودیت جگہ جگہ کار فرماں نظر آتی ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو وجودی تصورات کی تخلیق پہلے سے ہے۔جس کے ساتھ جڑ کر یہ تصورات سامنے آتے ہیں۔تخلیق وجو د سے پہلے ہے اس حوالے سے قاضی جاوید کے الفاظ درج ذیل ہیں:

> ”انسان کی بنائی ہوئی کسی شے پر توجہ کیجیے ، مثلاً کوئی کتاب یا کاغذ کو ہم دیکھتے ہیں کہ کس کاریگر نے اسے بنایا ہے اور اس کے ذہن میں اس کا تصور پہلے سے موجود تھا۔اس نے کاغذ تراش کے تصور اسے بنانے کی پہلے سے موجود ترکیب پر یکساں توجہ دی ہے یہ ترکیب اس کے تصور ہی کا ایک حصہ ہے اور حقیقت میں ایک فارمولا ہے۔لہذا کاغذ تراش ایک طرف تو ایسی شے ہے جسے ایک مخصوص انداز میں بنایا جاتا ہے اور دوسری طرف وہ ایک ایسی شے ہے جو ایک خاص مقصد پورا کرتی ہے۔“(۱۱)

ناول نگار کی تحریروں کا اگر جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ موصوف کا بہاؤ زیادہ تر وجودی رویوں کی طرف رہا اُن کی تحریروں پر مغربی ادیبوں کے اثرات آسانی سے تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ناول ”پتلیاں“ میں معاشرے کے امیر اور غریب طبقے کے وجودی مسلئے کو یوں بیان کرتے ہیں۔سر آپ سے کس نے کہا میں دہشت گر دہوں دہشت گرد تو وہ ہیں جو بڑی بڑی پجارو جیپوں میں پھرتے ہیں۔ بری بڑی کو ٹھیوں میں رہتے ہیں۔اپنی بیویوں کو دو دو کروڑ کی کوٹھیاں ڈفینس سوسائٹی میں بنا کر دیتے ہیں، جو زندگی میں چور دروازے سے آتے ہیں ہم تو ان کی دہشت میں رہتے ہوئے دہشت گرد کہلاتے ہیں۔

ناول میں جہاں وجودیت پرست عناصر کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے وہاں ایک اہم پہلو داخلی واردات ہے واردات اُن کرداروں کا پیچھا نہیں چھوڑتی اور مختلف قسم کے نشیب و فراز سے گزرتی ہوئی محو سفر رہتی ہے۔ناول کے ایک نسوانی کردار کی داخلی واردات دیکھئے۔پروین ایک عام لڑکی کی طرح اسی ادھیڑ بن میں رہتی کہ عمران صرف جسمانی تعلق کے لئے اس سے دوستی چاہتا ہے یا وہ اس تعلق کو کسی دائمی رشتے میں تبدیل کرنا چاہتا تھا۔اسے اپنی حیثیت کا بھی احساس تھا کہ اس کا باپ ایک اوسط درجے کا تاجر ہے جو زندگی میں سہولت تو پیدا کر سکتا ہے لیکن اسے دے نہیں سکتا۔اس لئے اس کا عمران سے جوڑ بے جوڑ ہو گا وہ اس مخمصے میں فلسفہ کی کتابیں بھولنے لگی تھی۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

ناول نگار نے معاشرے اور افراد کے درمیان روابط اور احساسات و جذبات کو کئی زاویوں سے دیکھا ہے مختلف افراد کے جذبات و احساسات کی مختلف پرتوں کو نمایاں کیا ہے ، ناول ''پتلیاں'' میں ناول نگار نے معاشرے کے بہت سارے پہلوؤں کو وجودی حوالے سے بے نقاب کیا ہے۔

وجودی تصور کرب:

ناول کے کردار جس وجودی کرب کا شکار ہیں اور ناول نگار نے جس طرح انھیں پیش کیا ہے وہ تصور ہمیں کرکیگارڈ کے ہاں ملتا ہے ، جو اضطراب، دہشت اور کشمکش کرکیگارڈ کے ناولوں میں دیکھائی دیتی ہے۔اُس کا اثر کسی حد تک انیس ناگی کے ناول "پتلیاں" میں دیکھا جا سکتا ہے۔

> ''اسے احساس تھا کہ اس کی سوتیلی ماں اس کی شادی کی پذیزائی کرے گی کیونکہ وہ گھر سے اس کا انخلا چاہتی تھی اس کے نزدیک پروین کا باپ ہر معاملے میں اس کی بات مانتا تھا کیونکہ وہ اپنے خاندان کی پہلی جنریشن تھی جو ایم اے یا اعلیٰ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔پروین اپنے بارے میں اپالوجیٹک ہوتے ہوئے اپنی سبکی محسوس کرتی تھی۔'' (۱۲)

ناول کے کرداروں کے مطالعہ سے لگتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے اثبات کی تلاش چاہتے ہیں اور اپنی ذات کی تاریکی سے نکل کر خود آگاہی چاہتے ہیں اور بعض کرداروں کے ہاں اس کے بالکل متضاد تصور ملتا ہے کہ وہ اپنی ذات کی تاریکی سے نکلنا تو چاہتے ہیں لیکن اُن کا مقصد خود آگاہی نہیں بلکہ زمانے کی رو کے ساتھ بہنا ہے وہ زندگی کے آفادی پہلو کو مد نظر رکھ کر محو سفر ہیں۔خود آگاہی کا تصور ان کے ہاں برائے نام دکھائی دیتا ہے۔کرب کی کیفیت ایک ایسی کیفیت ہے جب کسی فرد پر قائم ہوتی ہے۔تو وہ گو مگو کا شکار ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو دوراہے پر کھڑا محسوس کرتا ہے۔وہ اس حالت سے نکل کر آگے بڑھنا چاہتا لیکن کیفیت کرب اُس کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی ہے ناول کا مرکزی کردار جمیل بھی اسی حالت میں مبتلا دکھایا گیا ہے۔جس سے ناول نگار نے ایسے بہت سارے معاشرتی کرداروں کی اس حالت سے پردہ اٹھایا ہے۔ناول سے ایک اقتباس دیکھئے:

> ''جمیل نے مسکرا کر ٹیلیفون بند کیا، ایک پل کے لیے اس نے سوچا کہ وہ اپنے قلم سے بہت سے فائدے اٹھا سکتا ہے جس طرح بہت سے صحافی کر رہے ہیں کہ کرائم رپورٹر سے ایس ایچ او ڈرتے تھے۔ایڈمنسٹریشن سے منسلک رپورٹر سیاسی لوگوں سے ہر طرح کی مراعتیں حاصل کرتے ہیں ادبی فیچر رائٹر بیرون ملک مشاعروں میں جاتے ہیں اور وہاں سے آکر اپنے کالموں میں غیر ادیبوں کی بڑی بڑی تصاویر شائع کر کے انہیں ادیب بنا کر اپنی قیمت وصول کرتے ہیں۔میں ایسا کیوں نہیں کرتا؟ میرے بھی بہت سے مسائل ہیں۔''(۱۳)

وجودی کرب کی جو مثال ہمیں کرکیگارڈ کے ہاں ملتی ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم کو اللہ کی طرف سے حکم ملا بیٹے کو قربان کرنے کا ایک طرف بیٹا دوسری طرف حکم خداوندی اب کرب کی کیفیت ہی حضرت ابراہیم کو کسی فیصلے پر پہنچنے میں مدد گار ثابت ہوتی ہے۔زندگی کے بہت سے معاملات میں فرد اسی طرح کرب کی کیفیت سے گزرتا ہے۔اور کرب ہی فرد کے لیے راہ کا انتخاب کرتا ہے۔دنیا میں رہتے ہوئے فرد اور دنیا کے درمیان ایک کشمکش پید اہوتی ہے۔جس سے وجود کی طمانیت نہیں ملتی۔انیس ناگی کے ناول

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

میں بھی کردار کرب کی کیفیتوں سے دو چار دکھائی دیتے ہیں۔ایک ناول میں انیس ناگی لکھتے ہیں۔وہ یہ جانتی تھی کہ اپنی پسند کی شادی جلد ہی ناپسندیدگی میں ڈھل جاتی ہے۔کیونکہ اپنے انتخاب سے پیچھے ہٹنے کا کوئی آپشن نہیں رہتا۔اس کے کالج میں اس کی نصف در جن گولیگز جنہوں نے اپنی پسند کی شادی کی تھی، طلاق اور خلع کے مختلف مرحلوں سے گزر رہی تھیں۔انسان بدل کیوں جاتا ہے۔اس نے کئی مرتبہ اپنے آپ سے سوال کیا تھا اس نے یہ سوال سارتر سے بھی کیا تھا۔سب کی تحریروں نے خاموشی سے کہا تھا ''بد لنا انسان کی فطرت میں شامل ہے۔فرد وجود۔در۔دنیا کے ساتھ نبر آزمارہتا ہے۔کرب کی وجودیاتی کیفیت اُس پر طاری رہتی ہے فرد اساسی آسودگی محسوس نہیں کرتا۔بقول احمد ندیم قاسمی:

تمام عمر مرا دشت میرے ساتھ رہا
تمام عمر تمنا رہی کہ گھر جاتا

ہائیڈ گر کے ہاں کرب کے تصور کو غیر ارضی سمجھا جاتا ہے جس میں فرد اپنے آپ کو ایڈ جسٹ نہیں کر پاتا۔فرد ہستی کی دم بدم بدلتی ہوئی صورت حال سے فرار چاہتا ہے مگر کرب کی کیفیت اُسے ہستی سے رشتہ استوار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔اس صورت حال میں فرد یہ سمجھنے سے قاصر رہتا ہے کہ وہ کیا ہے ؟ کیا کر سکتا ہے اس صورت حال سے نئے امکانات سے دو چار ہونا ہوتا ہے۔کرب کی اسی اساسی کیفیت کو انیس ناگی اپنے ناول میں یوں پیش کرتے ہیں۔وہ پہنچ رہی ہو گی ، سب کو پریشان کر رہی ہو گی۔اسے پہلے ہی شک ہے کہ میں شراب پیتا ہوں علی تم ان جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کیا میں دوبارہ جوان ہو سکتا ہوں ؟ میں شادی کے جہنم سے دور رہوں گا، عورت سے تعلق اور کسی بندھن سے بچ جاؤں گا۔

فرد معاشرے میں رہتے ہوئے جن کیفیات سے دور چار رہتا ہے وہ اس کو نیا فیصلہ اور نیا انتخاب کرنے پر مجبور کرتا رہتا ہے۔کرب کی ان حالتوں کا سامنا کرنا فرد کی مجبوری ہے۔

اگر نہ درد مری روح میں اتر جاتا
میں جیسا بے خبر آیا تھا بے خبر جاتا
(احمدندیم قاسمی)

فرد اپنے وجود کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے جد وجہد مسلسل کرتا ہے۔مگر کوشش جد وجہد اور عمل زمانیت کی تحریر کا شکار رہتا ہے اور اس کے لیے کرب مسلسل کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔کرب صرف جسم و جان کی ترتیب و ترکیب ہی نہیں بلکہ اس میں آرزوئیں اور تمنائیں بھی ہوتی ہیں۔جس کی وجہ سے فرد کو عمل سے پہلے غیر یقینی صورت حال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔کرب کے ساتھ تشویش بھی ہے جو فرد کو امکانات میں دھکیل دیتی ہے۔جس سے مجرد حقیقتیں ، حالات و واقعات اور رکاوٹیں فرد کے ساتھ نبرد آزما ہوتی ہیں۔فرد اسی تشویش کے ساتھ حد بندیوں کو توڑتا چلا جاتا ہے۔ڈاکٹر سی اے قدر اسی کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

> ''ہائیڈ گر کے فلسفے میں تردو (تشویش) کی خاص اہمیت ہے۔تردد (تشویش) تین وجوہات سے پیدا ہوتا ہے۔ایک تو ہر انسان کو فکر لاحق ہے کہ مستقبل میں وہ کیا بنے گا۔وجود کا تقاضا ہے کہ ہر انسان ہر وقت اپنا سا منا کرے اور مستقبل کی عمارت خود قیاسی پر تعمیر کرے یہ چیز پریشانی اور تردد کا باعث بن جاتی ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ انسان اس کائنات میں پھینکا گیا ہے جو پریشانی اس امر سے پید اہوتی ہے وہ ماضی '' کو بناتی ہے

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

تیسر اسبب یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور مختلف کاموں میں مشغول ہے۔
(۱۴)"

ناول کی فضا کرب کے اثرات سے پر ہے ناول نگار نے معاشرے کے افراد کے درمیان کرب کی کیفیت کو درجہ بہ درجہ بیان کیا ہے اور اس کے نتائج پر روشنی ڈالی ہے کہ کس طرح افراد معاشرتی اورنج بینچ میں کھو کر نئی سوچ کو جنم دیتے ہیں اور یہ سوچ کس طرح سے افراد کو عمل کی طرف گامزن کرتی ہے۔ناول کا ایک نثری ٹکڑا ان باتوں کی نشاندہی کچھ اس طرح سے کرتا ہے۔مجھ میں قوت فیصلہ کی کمی ہے لیکن میں فیصلہ بھی کر لوں تو اس سے کیا حاصل ہو گا؟ کیا مجھے مناسب نوکری مل جائے گی ؟ کیا میں باہر جاسکوں گا۔ان باتوں کا امجد کے پاس کوئی مناسب حل نہیں تھا۔اس کے ذہن کے اس گوشے میں امید چھپی ہوئی تھی کہ آخر کوئی نہ کوئی اس کی مدد ضرور کرے گا۔اس نے کئی مرتبہ ادھر اُدھر نظر گھما کر دیکھا، اسے اپنے ماں باپ سے ایک طرح کی کمی تھی کہ اس کے ابتر حالات ان کے پیدا کردہ تھے اگر اس کے ماں باپ کی مالی حالت بد تر نہ ہوتی تو

وہ آج اس ذلت کا شکار نہ ہوتا۔

ناول کے کر داروں کے اندر داخلی کرب کا ایک سلسلہ ہے جو لحہ بہ لحہ اپنی حالت کو بدلتا ہے اور فرد کو ہونے یا نہ ہونے کی کیفیت میں مبتلا کرتا چلا جاتا ہے۔ناول کے مرکزی کرداروں کی داخلی سوچ اُن کو مسلسل وجود کرب میں گھیرے رکھتی ہے اگر وہ ایک کیفیت سے نکلتے ہیں تو دوسری میں مبتلا ہو جاتے ہیں اُن کا وجو دیا تو اس کرب سے لذت کشید کرتا ہے یا مایوسی و اکتاہٹ میں ڈالتا ہے۔ناول میں انیس لکھتے ہیں۔جمیل نے جواب نہ ملنے پر اپنی پتک محسوس کی۔وہ اس قسم کی بہت سی ہتکگیں برداشت کر چکا تھا۔وہ جوابی کاروائی کر سکتا تھا لیکن اسے ہمیشہ یہی خدشہ لاحق رہتا کہ کہیں امجد خود کشی نہ کرلے۔وہ اس کے تمام نفسی اور ذہنی رجحانات کا بغور جائزہ لیتا اور اس کے علم کے مطابق امجد میں خود شکستگی کا رجحان بڑا قوی تھا اس لئے وہ امجد کے ساتھ بے حد نرمی سے پیش آتا کہ اسے کم سے کم یہ احساس ہو کہ ہر طرح کے حالات میں جمیل اس کا ساتھ دے رہا ہے۔

زندگی میں جب جمود کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کی اساسی کیفیت کرب کو جنم دیتی ہے۔زندگی وجود برائے خود بھی ہے اور وجود بذات خود بھی، وجود بذات اور وجود خود ایک دوسرے کو اپنے اندر ضم کرنا چاہتے ہیں جس سے فرد اکتا ہٹ اور مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔رضا عابدی کا خیال ہے کہ:

> "سارتر نے زندگی کو لیس دار مادے سے تشبیہ دی ہے ، یہ ٹھوس جسم اور مائع کے در میان کی حالت ہے۔زندگی ایک ایسا سیال مادہ ہے جس میں بہاؤ ہے مگر یہ ٹھہراؤ کی جانب مائل ہے۔یہ ایک لو تھڑے کی طرح ہے مگر اسے گرفت میں نہیں کیا جا سکتا۔ جس آدمی میں زندگی کی رو تھم جائے اسے زندگی ایسی ہی رُکی رُکی گاڑھی ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔جس انسان میں حرکت نہیں رہتی جمود آجاتا ہے، جس کی رگوں میں تازہ خون جوش نہیں مار تا جس کی حیات کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں اسے زندگی کس طرح چمٹ جاتی ہے اس میں ہر چیز جمتی چلی جاتی ہے۔اسے اس چپچپاتی ہوئی زندگی سے متلی ہونے لگتی ہے۔"(۱۵)

ناول نگار نے اپنے اس ناول میں کرداروں کے ذریعے ایسی فضا قائم کر دی ہے جس سے افراد داخلی کشمکش کی وجہ سے گھٹن کراہت اور بے دلی کا شکار ہیں۔اس میں معاشرے کے افراد کی مجموعی سوچ میں معاشرے کے اکثر و بیشتر افراد مبتلا ہو کر اپنی زندگی بسر کر

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

رہے ہوتے ہیں۔ناول میں ایک جگہ اس پہلو پر روشنی ڈال کر ناول نگار نے اپنے معاشرے کے افراد کی کسمپرسی کو عیاں کیا ہے۔ سختیاں سہو، پانچ چھ مہینے میں تمہاری بیگم کی ملازمت ختم ہو جانی اور اگر یہ اخبار بند ہو گیا تو تم بھی بے روز گار ہو جاؤ گے، تمہارے پاس رہنے کے لئے مکان نہیں ہے، تمہارا بیٹا ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوا تم کس دنیا میں رہتے ہو، اس وقت خواجہ دباؤ میں آکر ایک کنال زمین ایک لاکھ کے عوض دینے کو تیار ہے روپے کا جلدی بند وبست کرو تمہیں احساس نہیں ہے کہ وقت کم ہے اور چند دنوں میں حالات بدل جائیں گے۔کراہت، گھٹن ، مایوسی جیسے عناصر جب وجود پر اپنا اثر ڈالتے ہیں کو وجود کو اپنے سامنے دنیا عیاں نظر آتی ہے، اور یہ سب وجو د کو اظہار کی راہ سمجھاتی ہیں۔راستے ہموار ہوتے ہیں اور پیچ و خم میں مبتلا وجود کی گرہیں کھلنے لگتی ہیں۔

ایسے ہی ہے جیسے ایک کشتی منجدھار سے نکل کر کنارے کی طرف رُخ کرے یا یوں کہا جاسکتا ہے کہ بھنور کشتی کو کسی راستے کی طرف دھکیل دے جس پر چل کر وہ منزل کو پاسکے۔فرد معاشرے میں رہتے ہوئے مکافات کی موجودگی میں فیصلے کرنے پر مجبور ہے۔ وجود کا یہ المیہ ہے کہ وہ موجودہ صورت حال کے مطابق رہتا ہے ناول کے کردار جس فضا میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں وہ لمحہ موجود ہے اور اس لمحہ موجود میں معاشرے کے رسم و رواج سے چھٹکارا پانا ناممکن ہے انیس ناگی نے کرداروں کو معاشرتی رسم و رواج کی زنجیروں سے باندھ کر اس طرح سے پیش کیا ہے کہ ناول ''پتلیاں'' کا ماحول ہمارے معاشرے کے ماحول کی اس صورت حال کو بیان کرتا ہے جس میں کرداروں کے ذریعے معاشرے کے رسم و رواج اور اس ماحول میں بسنے والے افراد کی ذہنی عکاسی کی گئی ہے۔ جو ناول نگار نے یوں بیان کی ہے۔

> ''میر اخیال ہے پروین کہ آدمی اپنے لئے بہت کم زندہ رہتا ہے دوسروں کا دباؤ اسے ہر طرف دھکیلتا ہے تنہا آدمی تو ایک وقت کی روٹی کھا کر بھی زندہ رہ سکتا ہے یہ رشتہ دار عزت کا مسئلہ فلاں کیا کہے گا، فلاں ہمارے بارے میں کیا سوچے گا، مجھے یہ سب باتیں احمقانہ لگتی ہیں کیا ہم یہ زنجیریں توڑ نہیں سکتے ''نہیں'' رسم کی زنجیر سے سنیاسی اور درویش آزاد ہوتے ہیں۔تم اور میں تو وہ ہیں جنہوں نے زندگی کو ان شرائط پر قبول کر لیا ہے جس طرح یہ ہے۔''(۱۶)

وجود دنیا سے مربوط ہے اور یہ فیصلے اپنے موضوع کے مطابق کرتا ہے موضوع پر انحصار کر کے اپنے آپ کو منوانے کے لئے جہد مسلسل کرتا ہے موضوعیت مصوفیت کا سامنا کر کے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کسی چیز کو قبول کرنا ہے یا رد۔وجود کو خواہ کوئی بھی نام دیا جائے یہ اپنے اثبات کا متلاشی رہتا ہے۔وجودی حوالے سے اگر دیکھا جائے تو فرد کی اپنی ذات کی تفہیم ہی ایک بڑا مسئلہ ہے ہمہ وقت اسے ایک کمی کا احساس ستاتا ہے وہ ہر وقت زندگی کے مسائل جھیلتا ہے اور ہمہ وقت الجھاؤ کا شکار رہتا ہے وہ خود نہیں جانتا کہ اپنے آپ کو کیسے صحیح ثابت کرے۔وہ خود اپنی ذات کے مفہوم کے مسئلے کو جھیلتا ہے۔وہ معاشرے میں اپنے آپ کو کٹھ پتلی سمجھتا ہے جس کی ڈور کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے اور اس بے اختیاری کا روگ اسے دیمک کی طرح چاہتارہتا ہے۔معاشرے میں رہنے والے ایسے افراد کی نمائندگی کرتے ہوئے ناول نگار لکھتا ہے۔گذشتہ پچیس سالوں میں میں نے ارد گرد کی دنیا کو اچھی طرح دیکھا تھا اور اسے یقین تھا کہ یہاں سب کچھ اسی طرح رہے گا۔یہاں اسے اکیلے ہی جدوجہد کرنی ہے کوئی کسی کا ساتھی نہیں ہے اسی طرح ناول میں ایک جگہ لکھتے ہیں یہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا زمانہ ہے یہاں ہر سطح پر دوغلا پن ہے میں کس کے لئے انصاف چاہتا ہوں میں تو خود نا انصافی کا شکار ہوں۔میں نے ایک ردِ عمل میں ایک طویل مدت ایک ست کیڑے کی طرح بسر کر دی ہے میں اس نظام سے باہر رہ کر کچھ نہیں کر سکتا۔مجھے اس کی رگ رگ میں سما کر وہی کچھ کرنا چاہیے جو ہر پڑھا لکھا کرتا ہے۔ناول میں امکان کی فضا بھی ملی ہے کرداروں کے رویوں اور سوچ و فکر سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وہ مقدر کے لکھے پر کم اور ممکنہ صورت حال پر زیادہ یقین رکھتے

ہیں۔نوجوان طبقے کو اس طرح کی کشمکش میں الجھا ہوا دکھایا گیا ہے کہ وہ اپنے انتخاب کے توسط سے عرفان حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ناول کے مرکزی کرداروں کو ہمہ وقت یہ عمل وہ عمل یہ صورت حال وہ صورت حال کی کیفیت سے دو چار دکھایا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔سی اے قادر ، ڈاکٹر ''وجودیت'' مشمولہ: '' ادب فلسفہ اور وجودیت'' مرتبہ: شیما مجید نعیم احسن

نگارشات لاہور ، ۱۹۹۱ء، ص ۲۸۷

۲۔بختیار حسین صدیقی، وجودیت کیا ہے، مشمولہ وجودیت مر تبہ: جاوید اقبال ندیم، ص ۳۲

۳۔قاضی جاوید ، مترجم: "وجودیت اور انسان دوستی" نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ، سن، ص ۷

۴۔انیس ناگی ، ڈاکٹر ، '' پتلیاں ،گنگارام فیشن مال روڈ ،لاہور ،۲۰۰۱ء، ص ۱۱

۵۔سی اے قادر ، ڈاکٹر ، وجودیت، مشمولہ ''ادب فلسفہ اور وجودیت'' ص۷۰۸

۶۔انیس ناگی ، ڈاکٹر، پتلیاں، مکتبہ جمالیات،لاہور،۲۰۰۳ص۵۱

۷۔ایضاً، ص ۵۱

۸۔ایضاً، ص ۸۲

۹۔ایضاً، ص ۹۳

۱۰۔ایضاً، ص ۲۴

۱۱۔جاوید حسین قاضی وجودیت مکتبہ میری لائبریری، لاہور ، ۱۹۷۳ء ، ص ۱۱

۱۲۔ایضاً، ص ۸۷

۱۳۔انیس ناگی، ڈاکٹر ، پتلیاں، ص۹۹

۱۴۔سی اے قادر ، ڈاکٹر وجودیت'' مشمولہ: '' ادب فلسفہ اور وجودیت'' مرتبہ: شیما مجید نعیم احسن

نگارشات لاہور ، ۱۹۹۲ء، ص۷

۱۵۔رضا عابدی، ساتر کا وجودی ڈرامہ ، مشمولہ: ''ادب فلسفہ اور وجودیت '' ص ۲۹۱

۱۶۔ایضاً، ص ۶۴۱